

# دُعَوتِ دِن

## کی منصوبہ بندی

اتیح عبد الرقیب

# دعوتِ دین کی منصوبہ بندی

اتچ عبدالرقیب



مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشورز، نئی دہلی २५

## ترتیب

- ۵ سیرتِ نبویؐ کا سب سے نمایاں پہلو۔ دعوتِ دین
- ۶ بنی کریمؐ اور منصوبہ بندی
- ۷ دعوتِ دین کا کام منصوبہ بندی چاہتا ہے
- ۸ داعی افراد کی تیاری
- ۹ مدعاو قوم کی نفسیات، نظریات اور جانات سمجھنے کی ضرورت
- ۱۰ غیر مسلموں سے تعلقات موجودہ دور کی ضرورت
- ۱۱ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ
- ۱۲ مناظرہ کے بجائے مکالمہ کی ضرورت
- ۱۳ مشترکہ امور میں غیر مسلموں کے ساتھ تعاون
- ۱۴ دعوت اور خدمتِ خلق
- ۱۵ دین کا جامع تصور پیش کیا جائے
- ۱۶ دعوتِ دین کے کام میں قرآن و سنت سے رہنمائی
- ۱۷ دعوتِ دین اور خواتین
- ۱۸ دعوتِ دین کے مختلف طریقے
- ۱۹ دوراندیشی اور مستقبل بینی کی ضرورت
- ۲۰ جمہوری حقوق سے فائدہ اٹھانا چاہیے
- ۲۱ فسطائی طاقتوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟
- ۲۲ آخری بات

r

## دعوتِ دین کی منصوبہ بندی

اللہ رب العالمین نے انسانوں کو پیدا کر کے جہاں ان کی زندگی کی بقاوی تسلسل کے لیے ساز و سامان فراہم کیا، وہیں ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہر زمانے میں انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ سب سے آخر میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ کے بعد قیامت تک کے لیے کوئی نبی نہیں آنے والا ہے۔ اب اس دنیا میں ایک ہی مستند، محفوظ اور عنده اللہ مقبول دین ”اسلام“ ہے: ان الدّيْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران: ۱۹)۔ یہ دین انسانی زندگی کے تمام افرادی و اجتماعی گوشوں پر محیط ہے، انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو اس کے دائرے سے خارج ہو۔ یہ دین عدل و قسط پر مبنی ایک نظام زندگی کا پورا نقشہ پیش کرتا ہے جو دنیا میں حیات طیبہ اور آخرت میں اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

### سیرت نبویؐ کا سب سے نمایاں پہلو۔ دعوتِ دین

اس دین کی دعوت کیا ہے؟ نبی اکرمؐ کی زندگی کے حوالے سے مفترم خرم مراد مرحوم نے فرمایا:

”اگر حدیث اس قول کا نام ہے جو نبی اکرمؐ نے بیان فرمایا، یا اس عمل کا جو آپؐ نے کیا، یا اس قول فعل کا جو آپؐ کے سامنے ہوا اور اس کی تحسین فرمائی یا اس پر سکوت اختیار کیا، تو میرے بھائیو! بتاؤ کہ جس لمحہ غارہ میں آپؐ منصب نبوت پر فائز فرمائے گئے، اس وقت سے لے کر آخری لمحات تک کے ۲۳ برسوں میں وہ کون سی بات تھی جو آپؐ نے سب سے زیادہ فرمائی؟ وہ کون سا کام تھا جو آپؐ نے سب سے بڑھ چڑھ کر کیا؟ لا ریب کسی بھی تردود کے بغیر یہ کہوں گا کہ وہ دعوت الی اللہ کا تھا۔ پیش پر پتھر باندھ کر، نعلین مبارک کو ہومبارک سے ترکارا کے، تواروں کی چھاؤں میں اور گردن مبارک میں بل کھاتی رسی کی گرفت کے باوجودہ، ہر جگہ، ہر لمحے ایک ہی دھن سوار تھی، ایک ہی فکر چھائی ہوئی تھی، اس کے لیے آپؐ کے رات، دن صرف ہوئے

کے اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلا کئیں، ان کا رشتہ ان کے رب سے جوڑیں تاکہ وہ صرف اسی کی بندگی کریں۔ اس امر واقعہ کی روشنی میں صرف یہی نہیں کہتا کہ دعوت الی اللہ کا کام فرض ہے اور علم اپنے ساتھ ذمہ داری لاتا ہے کہ جس کے پاس علم ہے وہ اس کا پابند ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، اس کی دعوت اور تعلیم دے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ساری ستقوں میں سب سے بڑی سنت اور اسوہ حسنہ میں سب سے بڑا اسوہ اللہ کی طرف دعوت دینا ہے اور مخلوق کا رشتہ خالق حقیقی سے جوڑنے کی کوشش کرنا ہے۔ مسلمان مدعوینیں، داعی ہیں۔ جو لوگ اسلام سے نا آشنا ہیں انھیں اللہ اور اس کے دین کی طرف بلانا، شرک کی برائی کو واضح کر کے انھیں توحید کی راہ دکھانا، جنت کی ابدی کامرانی اور جہنم کے دامنی عذاب سے انھیں آگاہ کرنا داعی کا اصل کام ہے۔“

### نبی کریم ﷺ اور منصوبہ بندی

نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مطابع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ہر کام منصوبہ بند، حکمت و مدد بر اور فہم و فراست سے لمبیز ہوتا تھا۔ آپ نے جنگ بدر کے موقع پر جو منصوبہ بندی کی وہ سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے کہ سب سے پہلے آپ نے دو جاؤں مقرر کیے جنہیں ملک شام سے آنے والے کارروائی کی آمد کی اطلاع دینے پر مأمور کیا۔ مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپ نے شمال کی بجائے مدینہ کے جنوب کی طرف کوچ کیا تاکہ وہ دشمن تک پہنچنے سے پہلے کسی محفوظ مقام پر پہنچ سکیں۔ آپ نے مناسب جگہ کا انتخاب کرتے ہوئے کنوں کے قریب پڑا وڈا۔ دشمن کی تعداد معلوم کرنے کے لیے ایک نگر ادا دستہ بھیجا۔ دو آدمیوں کو گرفتار کر کے ان سے دشمنوں کی تعداد کے ساتھ یہ بھی معلوم کیا کہ کون کون سے سردار آئے ہوئے ہیں۔ آپ کے اصحاب کی تعداد ۳۱۳ تھی، مختلف حصوں میں انھیں تقسیم کیا، فوج کا مقدمہ، میسرہ، میمنہ وغیرہ ترتیب دیا، اس کے سردار مقرر کیے، پھر احتیاطی تدابیر اختیار کیے، ایک جھونپڑی تیار کی تاکہ آپ وہاں سے فوج کی حرکات پر نظر رکھ سکیں اور اس جھونپڑی کی حفاظت کا بھی انتظام کیا۔ دو تیز رفتار اونٹیاں تیار رکھیں تاکہ حالات خراب ہوں تو حفاظتی تدابیر پر عمل درآمد کیا جاسکے۔

پھر اللہ کے حضور سرہ بجود ہوئے اور وہ تاریخی دعا کی：“اے اللہ! اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔” اس کے بعد باہر نکلے، فوج کو خطاب فرمایا، ان کے دلوں میں ولوہ انگیز جذبہ پیدا کیا۔

یہ کچھ تفصیلات ہیں جو جنگ سے پہلے کی منصوبہ بندی کی مختصر تصویر پیش کرتی ہیں۔ بدر کے میدان میں کیسے جنگ ہوئی، اس کے بعد کیا واقعات پیش آئے۔ یہ اور اس کے علاوہ سیرت کے مختلف واقعات میں آپؐ کی فہم و فراست اور منصوبہ بندی کے نادر نمونے ملتے ہیں۔ دعوت دین کا کام تو اس کے بغیر ہوئی نہیں سکتا۔

### دعوت دین کا کام منصوبہ بندی چاہتا ہے

دعوت دین کا کام ایک غیر معمولی کام ہے اور اس ملک میں کام کرنے کے لیے ہمیں ایک جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ ہمیں مرحلہ وار، اس کی میعاد اور مقدار مقرر کر کے آگے بڑھنا ہو گا اور درمیانی مدت میں ٹھہر کر جائزہ لینا ہو گا کہ ہم نے جواب داف مقرر کیے ہیں کیا وہ کافی ہیں؟ اور جو ذرائع اختیار کر رہے ہیں کیا وہ مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہو رہے ہیں؟ اس میں کمی یا خامی ہو تو اس کو دور کر کے آگے بڑھنا چاہیے، اہداف کا تعین اور احتساب کا عمل دونوں ساتھ ساتھ جاری رہنا چاہیے۔

منصوبہ بندی میں ترجیحات (PRIORITIES) مقرر ہوتے ہیں، جو کام کو مرحلہ وار کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ بعض کام اولین اہمیت کے اور ناگزیر ہوتے ہیں، اس کے بغیر منصوبہ کی طرف پیش قدمی نہیں ہو سکتی۔ منصوبہ بندی میں بعض امور کی منصوبہ بندی طویل المیعاد (Long Term) بنیادوں پر کی جاتی ہے اور بعض امور کی ایک قریبی معین میعاد کے لیے کی جاتی ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ منصوبہ بندی با قاعدہ اور زمانے و حالات کے تقاضوں کے مطابق ہو۔

دعوت دین کا آخری مرحلہ اور اس کی تکمیل اپنے دین یاد دین اسلام کے غلبہ کی صورت میں ہوتی ہے، یہ ہمارا ہدف ہے جو ایک طویل، صبر آزم اور نتیجہ سے بے پرواہ کرنے کا کام ہے۔ یہاں چند گزارشات دعوت کی منصوبہ بندی کے متعلق پیش کی جا رہی ہیں۔

### داعی افراد کی تیاری

سب سے پہلا اور بنیادی کام یہ ہے کہ امت مسلمہ کے ہر فرد میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ وہ داعی ہے اور اس پیغام کا امین ہے جو اس کے نبیؐ نے اس کے سپرد کیا ہے۔ آپؐ نے اپنے آخری حجؐ میں اس کے ذمے یہ کام کیا تھا کہ وہ تمام انسانوں تک اپنے قول و عمل کے ذریعے اللہ کا پیغام بالکل اسی طرح پہنچائے، جس طرح خود آپؐ نے اس تک پہنچایا تھا۔ دعوت کا کام کسی ایک فرد یا جماعت کا نہیں بلکہ پوری امت کا ہے اور یہ امت داعی امت ہے، اسے خود کو اور تمام

انسانوں کو جہنم کی آگ سے بچانا اور جنت کی ابدی کامرانیوں سے ہم کنار کرنا ہے۔ امت مسلمہ نے اپنے دور زوال میں اس کام سے غفلت بر تی، جس کی وجہ سے آج اسے ذلت اور نکبت سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ دعوت کی تڑپ اور اس پیغام کو پہنچانے کی فکر اگر امت کے ہر فرد میں پیدا ہو جائے تو دعوت کا یہ کام بہت ہوئے پانی کی طرح اپنی راہیں خود متعین کر لے گا اور غیب سے نصرت خداوندی حاصل ہوگی۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں اس امت میں داعیوں کا ایک گروہ تیار کرنا ہو گا جو دعوت کی تڑپ رکھتے ہوں، دعوت کے مزاج و منہاج کو بھی سمجھتے ہوں اور اس راہ کی آزمائشوں کو صبر و ہمت سے انگیز کر سکتے ہوں۔ ہماری سب سے اہم ترجیح صلاحیت اور صالحیت والے افراد کی تیاری (Human Resources Development) ہونی چاہیے۔ وقت، سرمایہ اور محنت اس قسم کے افراد تیار کرنے میں لگائے جائیں۔

### مدعو قوم کی نفسیات، نظریات اور رجحانات سمجھنے کی ضرورت

دوسری اہم بات مدعو قوم کی نفسیات، نظریات اور رجحانات کو سمجھنا ہے۔ فریق ثانی کی پسند اور ناپسند کو جاننا ہے۔ اس کے لیے ان کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ ان کی اپنی زبان میں کرنا ہو گا۔ آج ہندوستان اپنے مذہبی سرچشمتوں اور دھارم گرنتھوں سے بہت دور جا پڑا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے خود اس سماج سے قریب ہونے کی ضرورت ہے، ذاتی روابط سے اسے جاننے کی کوشش ہونی چاہیے۔ مثال کے طور پر آج عیسائی اداروں میں جو عیسائی مبلغ تیار ہوتے ہیں۔ ان کے نصاب میں دیگر مذاہب کے تعلق سے اس باقی ہوتے ہیں اور چند ہفتے ان مبلغین کو متعلقہ مذہب کی سوسائٹی میں رکھ کر حقیقی صورت حال کی جان کاری حاصل کرائی جاتی ہے۔ اس قسم کا ایک گروہ چند سال پہلے جامعہ دارالسلام عمر آباد بھی آیا تھا۔

ہر سال امریکہ کے Olaf کالج سے طلبہ و طالبات کا ایک گروہ اسلامک فاؤنڈیشن ٹرسٹ چنی آتا ہے اور تقریباً پورا دن اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے معلومات حاصل کرنے میں گوارتا ہے۔ ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنا اور دین حنفی کی سادہ اور سچی تعلیمات کو اس کے سامنے اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ الحمد للہ یہ سلسلہ کئی سالوں سے چل رہا ہے اور اس کے مفید اور ثابت ترائق رونما ہوئے ہیں۔

مدعو قوم کی زبان سے اچھی طرح واقفیت اور اس پر عبور حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ یہ تھا کہ یخاطب کل قبیلہ بلسانہا و یحاورہا بلغتھا آپ ہر قبیلہ

سے اس کی زبان میں گفتگو فرماتے اور اسی زبان کے محاورے استعمال فرماتے۔“  
دعوت کے کام کی اہمیت کے پیش نظر اردو زبان ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ مقامی زبانیں  
خصوصاً انگریزی زبان سیکھنے اور ان میں ادبی کمال پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔  
موجودہ دور میں کسی قوم کے رجحانات اور نظریات کو جانے کے لیے شماریاتی جائزے  
(Statistical Survey) کرائے جاتے ہیں۔ اس فن نے بڑی ترقی کی ہے اور ایکشن کے موقع پر  
چند افراد کے ذریعے پورے نتیجے کا ادراک کر لیا جاتا ہے۔ اس قسم کے اداروں کے ذریعے سے  
بھی مدعو قوم کی نسبیات اور رجحانات کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ نو مسلم حضرات کے حالات  
زندگی سے بھی اس کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔

### غیر مسلموں سے تعلقات موجودہ دور کی ضرورت

دعوت دین کا کام اس بات کا مقاضی ہے کہ غیر مسلموں سے تعلقات بڑھائے جائیں۔  
نفرت، اجنبیت اور تعصب کی جو دیواریں برسوں سے کھڑی ہوئی ہیں انھیں منهدم کر کے بے لوث  
انسانی روابط قائم کیے جائیں۔ ہم دنیوی امور و معاملات کے لیے مختلف حیثیتوں سے روابط رکھنے  
پر مجبور ہیں، لیکن ہمارے درمیان برسوں سے غیر مسلم بھائی بہن رہتے ہیں، تعلقات بھی مختلف  
نوعیت کے ہوتے ہیں مگر دنیٰ نقطہ نظر سے ہم نے ان تک پیغام حق کبھی نہیں پہنچایا۔ ان کے دکھ  
درد میں کام آنا، ان کی خوشیوں میں شامل ہونا، انھیں مفید مشورے دینا اور ان کے اعتماد اور حسن ظن  
کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں تھنے تھائف کا لین دین بھی مفید اور موثر ثابت ہو سکتا  
ہے۔ الفاروقؓ میں علامہ شبلی نعمانیؒ نے حضرت عمر فاروقؓ کا قول نقش کیا ہے کہ زکوٰۃ کے آٹھ مدت  
میں مسکین سے مراد ان کے نزد یک غیر مسلم فقراء اور مستحق تھے۔ بعض مشہور اہل علم جیسے ابو میسرؓ،  
عمر بن میمونؓ اور عمر بن شریعتؓ کے بارے میں منقول ہے وہ صدقہ فطرے سے عیسائی را ہیوں کی مدد  
کیا کرتے تھے۔ فقہاء نے غیر مسلموں کو قربانی کا گوشت دینا جائز اور موجودہ حالات میں مستحب  
اور مستحسن قرار دیا ہے۔ تعلقات میں خوشنگواری پیدا کرنے اور روابط قائم کرنے کے جو بھی ذرائع  
اور معروف طریقے ہوں انھیں بھرپور استعمال کرنا چاہیے۔

### اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ

اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے کئی قسم کی غلط فہمیاں غیر مسلموں کے اندر پائی جاتی ہیں،

دعوت دین کی منصوبہ بندی میں ان غلط فہمیوں کو دور کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ الناس اعداء لما جھلوا ”لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جسے وہ نہیں جانتے۔“ برادران وطن میں اسلام کے عدم مطالعہ، انگریزوں اور فرقہ پرسنلوں کے غلط اور جھوٹے پروپیگنڈے اور خود مسلمانوں کے غلط کردار اور رویے کی وجہ سے بہت ساری غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً: جہاد، کافر اور تعداد زدواج جیسی اصطلاحیں اور پھر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش وغیرہ۔ شریعت کے معانی سمجھ لیے گئے ہیں کہ چور کا ہاتھ کا ٹاجائے اور زانی کو سنگسار کیا جائے، حالانکہ شریعت اسلامی انسانی زندگی میں مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح ایک غلط تصور ”وحدت ادیان“ کا ہے کہ تمام مذاہب ظاہری فرق کے باوجود حقیقت میں ایک ہیں۔ وہ ایک ہی مشترک منزل کی طرف جانے کے متعدد راستے ہیں۔ اس معاملے میں ہمیں اسلام کی صحیح ترجیمانی کرنی ہو گی اور اسلام کو دین حق اور نجات کا واحد حل ثابت کرنے کی حکمت و دانائی سے کوشش کرنی چاہیے۔ مذاہب کے اختلاف کو تعلیم کرتے ہوئے ان کا احترام (Respect) کرنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے اور آپس کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے۔

### مناظرہ کے بجائے مکالمہ کی ضرورت

اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے انفرادی روابط، وفاد کے ذریعے ملاقاتیں، بالمشافع گفتگوئیں، سمپوزیم، سینما، تقاریر و خطابات، کارز میٹنگیں وغیرہ کا اہتمام کرنا ہو گا۔ *یعنی مختلف مذہبی لیڈروں اور قائدین کے درمیان* *Inter Faith Dialogue* مذاکرات بھی اس سلسلے میں مفید اور موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ مستشرقین اور آریہ سماجیوں نے ماضی میں اسلام اور پیغمبر اسلام پر کیک حملے کیے تو ہمارے علماء کرام نے عیسائی پادریوں اور ہندو رہنماؤں سے مناظرے کیے اور کئی ایک ونگست بھی دی۔ اس قسم کے مناظروں سے اسلام کی عظمت و رفتخار اور مسلمانوں میں اعتماد اور حوصلہ تو پیدا ہوتا ہے لیکن فریق ثانی کو اسلام کا قائل نہیں کرایا جا سکتا، کیوں کہ مناظرے میں ایک فریق ہارتا اور دوسرا جنتا ہے جب کہ دعوت کا کام دلوں اور دماغوں کو متاثر کرنا اور مدعو کے دل میں داعی سے اُس پیدا کرنا اور اس کے دل و دماغ میں سوالات پیدا کر کے اسے سوچنے اور غور و فکر کرنے کا موقع دینا ہے۔ اس لیے آج کے دور میں

مناظرہ (Debate) کے بجائے مکالمہ (Dialogue) کی ضرورت ہے۔ مکالمے و مذاکرے میں فریق کے دلائل کو سننا، اس کے اپنے نکات کی تعریف کرنا اور بعض اختلافی باتوں پر دلائل کے ساتھ گفتگو کرنا ضروری ہے۔ مکالمے میں اپنی بات کو پوری سوچ بوجھ کے ساتھ پیش کرنا ایک فن ہے اور اپنی بات کی موثرانداز میں ترسیل کرنا (Effective Communication) دور جدید کا ایک آرٹ ہے۔ ہماری دعوتی منصوبہ بندی میں اس قسم کے ماہرین کو تیار کرنا بھی ضروری ہے۔

دوسری بیعت عقبہ کے بعد رسولؐ نے مدینہ کے سرداروں کی فرمائش پر کہ ان کے پاس ایسا معلم چیजیں جو انھیں اسلام کی تعلیم دے، آپؐ نے مصعب بن عییرؓ کو بھیجا جو بہت ہی مخلص اور ماہر نفیسیات صحابی تھے، لوگوں کو اسلام پر آمادہ کرنے کی غیر معمولی صلاحیتیں ان میں موجود تھیں۔

مصعب بن عییرؓ قبیلہ بن عبد الاشہل کے کچھ لوگوں کو اسلام کی دعوت سے روشناس کر رہے تھے کہ قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر دونوں وہاں پہنچے۔ اسید جو دراصل اپنے قبیلے کے سردار اور سب سے زیادہ حلیم اور بردبار اور صاحب فضل و مکال خصیت تھے، مصعب بن عییرؓ کی دعوتی سرگرمیوں سے سخت ناراض تھے اور اپنا نیزہ اٹھا کر آئے تھے۔

انھوں نے مصعب کے پاس پہنچ کر سخت لبجے میں کہا۔

”تم لوگوں کو ہمارے محلے میں آنے اور ہمارے کمزور لوگوں کو گمراہ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟“

مصعب نے بڑے ہی خلوص اور دل کش لبجے میں مخاطب کر کے کہا: ”اے سردار! کیا آپ

پسند کریں گے کہ میں آپ کے سامنے بھی اچھی بات پیش کروں؟“

”وہ کون سی بات ہے؟“ اسید نے پوچھا۔

”آپ اطمینان سے یہاں تشریف رکھیں اور غور سے ہماری باتیں سئیں، اگر پسند آئیں تو قبول کر لیجئے گا اور ناپسند ہوں تو ہم یہاں سے واپس چلے جائیں گے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کریں گے،“ حضرت مصعب نے فرمایا۔

”تم نے انصاف کی بات کہی۔ یہ کہتے ہوئے اسید اپنا نیزہ زمین پر گاڑ کر وہیں بیٹھ گیا۔ پھر جب مصعب نے انہیں اسلام کی حقیقت سمجھائی اور قرآن کریم کی آیتیں پڑھ کر سنائیں تو اس کی پیشانی پر پڑی ہوئی شکنیں دور ہو گئیں اور چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور وہ بول اٹھے کہ وہ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔“

درالصل معصب بن عمر کے مکالمہ نے اس روز عرب کے ایک قابل رشک شہسوار جو عقل و دانائی میں برتری اور حسب و نسب میں اپنے فضل و شرف کی وجہ سے قبیلے نے انہیں کامل کے لقب سے نوازا تھا اور قرأت و کتابت کے وصف سے بھی متصف تھے قبول اسلام کا سبب بنا۔

قصہ گوئی (Story Telling) آج کے دور میں ترسیل افکار کا ایک بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جدید مینجنٹ کے کورس میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ ہندوستانی سماج میں کھاؤں کا رواج ماضی میں بھی رہا ہے اور آج بھی رامائن اور مہابھارت کے قصے رات بھرنے جاتے ہیں۔ قرآن میں بھی قصص موجود ہیں اور سورہ یوسف کو تو حسن القصص قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح نبی کریمؐ نے بھی قصہ گوئی کے ذریعہ دین و شریعت کے مقاصد و منہاج کو ساری انسانیت کے سامنے پیش کیا اور صحابہ کرامؐ کی تربیت فرمائی اور دعوت کا ذریعہ بھی بنایا۔ ان سب کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا جائے تو دعوت کے میدان میں ایک اہم پہل ہو سکتی ہے۔

### مشترکہ امور میں غیر مسلموں کے ساتھ تعاون

دعوت دین کو موثر بنانے میں غیر مسلموں سے تعاون اور مشترک امور میں مل جل کر کام کرنے کی منصوبہ بندی بھی ضروری ہے۔ بھلائیوں کے فروغ، برائیوں کے ازالے، سماجی اور معاشی مسائل کے حل کے لیے برادران وطن سے باہمی تعاون و اشتراک کی صورتیں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ تَعَاوُنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالنَّقْوَى وَلَا تَعَاوُنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدُوَانِ (المائدۃ: ۲: ۲۰) کے تحت رشوت خوری، شراب، جوا اور خواتین پر ٹکم و ستم وغیرہ جیسے منکرات۔ سخت و صفائی، عفت و پاکیزگی اور مکمل خواندگی وغیرہ جیسے مسائل میں ہمیں ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کی عادت ڈالنی ہوگی۔ اس سے برادران وطن کو یہ احساس دلا جائے گا کہ اسلام ساری انسانیت کا خیر خواہ ہے اور یہ دین رب العالمین کا ہے اور اس کے پیغمبر رحمۃ للعالمین ہیں۔ ان مشترک کاموں کی وجہ سے روابط بڑھیں گے۔ ایک دوسرے کو سمجھنے، غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موقع ملے گا اور مسلمانوں کی حقیقت تصوری سامنے آئے گی کہ یہ انسانوں کے حقیقی خیر خواہ ہیں، جس سے دعوت دین کے کام میں بڑی مدد ملے گی۔

سیرت رسول ﷺ میں ”حلف الفضول“ کا ذکر آتا ہے جو جاہلیت کے دور میں شہر مکہ کے صاحب دل و درمند لوگوں نے مظلومین کی امداد کے لیے ایک انجمن بنائی۔ اس میں شریک لوگ

متحد ہو کر رضا کارانہ طور سے اپنے شہر میں مظلوموں کی مدد کرتے، ظالموں سے ان کا حق دلاتے اور انھیں ظلم سے باز رکھتے تھے۔ اس معاهدے میں شرکت آپ کی ابتدائی زندگی کا ایک اہم ترین واقعہ ہے اور آپ کی قومی زندگی (پیلک لائف) کا اولین سنگ میل ہے۔ سیرت نگاروں نے روایت نقش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں حلف لینے میں شرکیک تھا اور سرخ اونٹوں کے گلے کے عوض بھی اس شرکت کے اعزاز سے دست بردار ہونا نہیں چاہتا اور اگر اب زمانہ اسلام میں بھی مجھے کوئی اس کی دہائی دے کر پکارے تو اس کی مدد کو دوڑ کر جاؤ۔“

ہر داعی کو سیرت کی کتابوں سے حلف الفضول، کی تفصیلات کو جاننے اور اس کی روشنی میں آج کے دور میں عدل و قسط کے قیام اور ظلم واستھصال کے خلاف (غیر مسلم بھائی اور بہنوں کے ساتھ مل کر) مشترکہ طور پر فورم تشكیل دیں اور اس طرح سنت نبویؐ کی پیروی میں ان بنیادی انسانی اقدار کو اجاگر کر کے دین حق کی تعلیمات کو سماج کے تمام طبقات میں واضح طور پر عملی شکل میں پیش کر سکتے ہیں۔

### دعوت اور خدمتِ خلق

دعوت دین کی منصوبہ بندی میں ایک اہم کام خدمتِ خلق کو اس کا صحیح مقام دینا ہے۔ آج مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ عالی شان مساجد کی تعمیر جیسے امور تک ہی محدود ہے، جب کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا، نگنوں کو کپڑا پہنانا، قرض کے بوجھ تلتے دبے ہوئے انسانوں کو اس سے چھٹکارا دلانا، نادار بن بیانی لڑکیوں کے نکاح کا انتظام کرنا، بیواؤں کی مدد کرنا، ارضی و مہاوی آفات اور وبا کی امراض کے وقت بلا تفریق مذہب و ملت فائدہ پہنچانا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ آج جب کہ تعلیم اور علاج معاملہ ایک نفع بخش تجارت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور صرف اونچے طبقے کے لوگوں تک ہی اس کا فائدہ پہنچ رہا ہے، اس میدان میں آگے بڑھ کر خدمتِ خلق کے ذریعے دعوت دین کے لیے نرم گوشے پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ دوسرا اقوام، خاص طور پر عیسائی برسوں سے یہ کام کر رہے ہیں اور اس کے اچھے اثرات بھی سماج میں ظاہر ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ چند سال پہلے مشہور انگریزی ہفت روزہ ”OUT LOOK“ میں آزادی کے بعد ہندوستان کی نامور ہستی کی نشان دہی کرنے کے لیے قارئین سے کہا گیا تو اکثر لوگوں نے ”درڑیا“، کانام لیا، حالانکہ وہ ہندوستانی نہیں تھی۔ یہ محسن اس لیے کہ اس نے بیماروں، لاچاروں اور بے گھروں کے لیے بے مثال

خدمت کی تھی، جس کی وجہ سے عوام نے مذہب و مسلم سے بلند ہو کر اس کے نام کی تائید کی۔ اسی طرح ملک کی غیر مسلم تنظیمیں اور ان کی معروف شخصیات نے خدمتِ خلق کے اداروں کا جال بچھایا ہے جو تعلیم اور علاج معالجہ کے میدان میں قابل قدر کام کر رہے ہیں۔ سامی بابا خدمتِ خلق کے ادارے نے کئی ہسپتال قائم کیے ہیں، جہاں ہارت آپریشن، گردے کے Chrome therapy اور کینسر کے Dialysis Transplantation کے مرحلے مفت میں کرائے جاتے ہیں۔ اسی طرح کرناٹک کی مذہبی شخصیات اور تملناؤ میں کاچی مٹھنے آنکھوں کے علاج کے لیے شکر نتالیہ جیسے شہرہ آفاق ہسپتال قائم کر رکھے ہیں۔ جہاں مذہب و طبقہ سے بے نیاز ہو کر ملک کے ماہر ترین ڈاکٹروں کے ذریعہ سے مفت یا کم تر فیس میں علاج کیا جاتا ہے۔ کیا ہم رحمۃ للعالمین کے امتی بھی ایسا نہیں کر سکتے؟

### دین کا جامع تصور پیش کیا جائے

اس بات کی بھی سخت ضرورت ہے کہ ملت میں راجح ”تصور دین“ کو کتاب و سنت کے مطابق صحیح رخ دیا جائے۔ عام طور پر دین داری اسی کو سمجھا جاتا ہے کہ آدمی ذکر و عبادات کا اہتمام کرے اور دنیوی کاروبار سے دور رہے۔ یہ تصور دراصل صحیح تصوف اور عیسائی رہبانیت کا ہے۔ اس کے برعکس رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: المومنُ الَّذِي يَخْالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبَرُ عَلَى إِذْهَمِ خَيْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَخْالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبَرُ عَلَى إِذْهَمِ (ابن ماجہ) ”وہ مسلمان جو عوام سے میل جوں رکھتا ہے اور ان کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرتا ہے وہ یقیناً اس مسلمان سے بہتر ہے جونہ عوام سے روابط رکھتا ہے اور نہ ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرتا ہے۔“ فرمان رسول میں لفظ ”الناس“ قبل غور ہے۔

دعوتِ اسلامی کے سلسلے میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ امت مسلمہ کے مزاج میں خیر پسندی اور خیر خواہانہ جذبات کے فروغ کی پیہم کوشش کی جائے۔ جذباتیِ عمل کی بجائے مسائل کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے، عجلت پسندی کے، بجائے دورانی لیشی سے کام لینے کی عادت ڈالی جائے۔ اسی طرح یہ بات بھی ضروری ہے کہ اختلافی اور فروعی مسائل میں لوگوں کے ساتھ زمی برتی جائے اور اساسی واصولی باتوں کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔ آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو

یمن بھیجتے ہوئے فرمایا تھا: تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جواہل کتاب ہیں، انھیں پہلے تو حیدر سالت کی دعوت دینا، جب وہ مان لیں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اُس کے رسول ہیں تو پھر انھیں بتانا کہ ان پر اللہ نے زکوٰۃ فرض کیا ہے... (متفق علیہ) یوں آپ نے بتارج کام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اسی طرح مسلکی، گروہی اور جماعتی تعصبات اور اختلافات سے بلند ہو کر مبادیات دین کی طرف دعوت کا رخ کیا جائے۔ دین کو آسان بنا کر پیش کیا جائے اور افراط و تفریط کی بجائے راہِ اعتدال کی طرف تو چہ مرکوز کی جائے۔

### دعوت دین کے کام میں قرآن و سنت سے رہنمائی

قرآن حکیم کتاب دعوت ہے اور نبی کریمؐ داعیٰ اعظم ہیں۔ دعوت دین کے لیے خالص دعوتی نقطہ نظر سے قرآن حکیم کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ آیات کے نزول کا پس منظر اور داعیٰ اعظم کا اس سلسلے میں اسوہ عمل پیش نظر ہنا چاہیے۔ آج کے درپیش مسائل میں اللہ کی کتاب سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے ہمیں اس پر غور و فکر کرنا اور لائجہ عمل کا نقشہ بنانا ضروری ہے۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب  
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

مثال کے طور پر موسیٌ اور ہارون کی طرف سے فرعون جیسے جابر بادشاہ کے سامنے دعوت حن دینے کے موقع پر اللہ کی ہدایت کہ نرمی سے بات کرو، حضرت یوسفؐ کا قید خانے میں قیدیوں کے ساتھ دعوتی گفتگو کرنا، حضرت ابراہیمؐ کا اپنے باپ اور قبیلے کے لوگوں کے ساتھ رویہ اور حضرت یوسٌؐ کے واقعہ کے پس منظروں غیرہ کو سامنے رکھنے سے ہمیں دعوتی کاموں میں رہنمائی حاصل ہوگی۔

قرآن حکیم کی طرح اسوہ رسولؐ سے بھی روشنی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے مختلف کاموں کے لیے خود مشرکین و کفار سے بھی مختلف موقع پر مدد حاصل کی ہے۔ مثلاً: آپ مطعم بن عدی کی حمایت میں مکہ میں داخل ہوئے، عبد اللہ بن اریقط کو بھرت کے پر خطر سفر کے لیے رہنمایا اور غزوہ بدرا کے بعد دوسری بار نجاشی کے دربار میں عمر بن امیہ المضري کو سفیر بنایا کر بھیجا۔ اس طرح کیا آج ہم بھی اپنے دعوتی کاموں کے لیے مشرکوں اور کافروں سے مدد حاصل نہیں کر سکتے؟ حضرت جویریہؓ کے ساتھ نکاح کر کے حضور اکرمؐ قبیلہ بنی المصطفیٰ کے داماد بن گنے، جس سے پورا قبیلہ متاثر ہو کر دائرة اسلام میں آگیا، کیا اس حکمت رسولؐ میں ہمارے لیے

کوئی روشنی نہیں؟ عقبہ ثانی کے بعد آپ نے بارہ آدمیوں کو جو بارہ قبیلوں کے نمائندے تھے، اپنی طرف سے نقیب یا سردار مقرر کیا اور ان میں سے ایک کو ان کا سردار بنایا۔ ان کی فرماش پر حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دین کی تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا۔ کیا اس سے دعوت کے لیے تنظیم کی ضرورت کا احساس نہیں پیدا ہوتا؟

### دعوت دین اور خواتین

دعوت دین کی منصوبہ بندی میں جہاں مردوں کا حصہ ہے وہیں خواتین کے لیے بھی بھرپور منصوبہ بندی کرنی پڑے گی۔ پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہؓ تسلی کے کلمات، اللہ کی قسم اللہ آپ کو رسوانیہ کرے گا۔ آپؓ کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھا اٹھاتے ہیں، لوگوں کو مانے کے قابل بناتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی باتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کا حدیبیہ کے موقع پر نبیؐ کو مشورہ دیتا اور حضرت عائشہؓ کا فقیہانہ کار نامہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ کاربونت کی تکمیل و ترویج میں خواتین کا بھی بڑا ہم رول رہا ہے۔ مکہ سے بھرتوں جب شہزادی ساری داستان اور نجاشی کے دربار میں کفار کمک کے سفیروں کی آمد، ان کی ریشہ دو ایوں کی تفصیلات، نجاشی اور حضرت جعفر طیارؓ کے مکالمہ کے متأثر کن واقعات کا خاکہ کھینچا ہے، اس کو حضرت ام سلمہؓ نے روایت کیا ہے جو تاریخِ دعوت و عزیمت کا درختان باب ہے۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جو مشورہ حضرت ام سلمہؓ نے آپؓ کو دیا ہے اس سے بھی ان کی ذہانت، معاملہ فہمی اور غیر معمولی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آج آپ ایسا روک خواتین کو دینے کے لیے تیار ہیں۔

دور زوال میں بھی اس کی شان دار مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً، آٹھویں صدی ہجری میں تاتاری قبائل اسلامی ممالک میں داخل ہوئے اور انھوں نے بغداد کی عظیم مسلم سلطنت کو تاراج کر کے رکھ دیا جس سے سارے عالم اسلام پر دہشت چھاگئی۔ چنگیز خان کے بعد اس کے پوتے ہلاکو خان کی سر کردگی میں یہ طوفان پھرا اٹھا، اس کے سپاہی ممالک اسلامیہ سے مسلم خواتین کو لوٹدیاں بنا کر لے گئے۔ ان حالات میں غازیان شاہ کے بھائی والجاتیون خان کو اس کی مسلمان بیوی ہی نے مشرف بہ اسلام کیا تھا، جس کی بدولت الجھانی حکومت ایک اسلامی حکومت بنی۔ چونکی خاندان مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا، مگر ہلاکو خان کی مسلمان بیوی نے اسے سب سے پہلے اسلام سے متعارف کیا اور اسی کے اثر سے مبارک شاہ اور براق خان مسلمان ہوئے۔ تاتاری فوجوں کے ہزارہا

سپاہی اپنے ساتھ جن مسلم خواتین کو لے گئے تھے، انہوں نے اسلام کو چھوڑ کر اپنے کافر شوہروں کے مذاہب کو اختیار کرنے کے بجائے اپنے شوہروں اور ان کے اکثر بچوں کو مسلمان کر لیا اور انہی کی بدولت تمام بلا دتا تاریخ میں اسلام پھیل گیا۔ آج بھی یورپ اور امریکہ میں خاص طور پر 11 ستمبر کے بعد اور خود وطن عزیز میں مردوں سے زیادہ خواتین، اسلام کی دعوت قبول کر رہی ہیں۔ انہیں اسلام میں اپنی عزت و عفت کی حفاظت اور حقوق کے حصول کی روشنی اور پر سکون خاندان کی چاشنی نظر آتی ہے۔ اس کے لیے مسلم خواتین میں بھی داعیہ ہونے کا جذبہ صادق ابھارنے اور نو مسلم خواتین کے مسائل کو حل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

### دعوت دین کے مختلف طریقے

دعوت دین کے منصوبہ میں سماج کے مختلف طبقوں کے لیے الگ الگ انداز سے اثر انداز ہونے کی ضرورت پر بھی غور و خوض کرنا ہو گا۔ وطن عزیز کی ایک قابلِ لحاظ تعداد ناخاندہ اور کم تعلیم یافتہ لوگوں پر مشتمل ہے، جنہیں لکھنے پڑھنے سے کوئی، دلچسپی نہیں ہے۔ ان کے لیے اسلام کے مختلف پہلوؤں کوئی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کے ذریعہ اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح پڑھنے کے احباب کے لیے ان کے ذہن و فہم کو سامنے رکھ کر خاص لٹریچر تیار کرنے کی ضرورت ہے اور Book Fairs میں اسلامی کتابوں کی تشویش و فروخت، اہم مقامات جیسے لاہور یوں اور ہماؤں میں اسلام کے تعلق سے مختلف کتابوں کی فراہمی نیز میدیا کے اصحاب سے دوستی کر کے بھی مفید نتائج برآمد کیے جاسکتے ہیں۔ سماج کے مختلف طبقوں کے لیے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بھی اور کشش کا باعث بن سکتے ہیں اور بن رہے ہیں۔ مثلاً کمزور اور دبے کچلے ہوئے طبقوں کو اسلام کا تصور مساوات اور اونچے اہل دانش والیں ثروت طبقے کو توحید، رسالت و آخرت کے علاوہ اسلام کے نظام عدل کی بات متناثر کر سکتی ہے اور اسلام کا یہ پہلو عالم گیریت (Globalisation) اور مادیت کی دوڑ کے تناظر میں خاصاً اہمیت کا حامل ہے۔

جدید راجح ابلاغ (Modern Mass Communication) نے دعوت دین کو وسیع طور پر پہنچانے کا اچھا ذریعہ فراہم کیا ہے۔ رسول اکرمؐ نے پیشیں گوئی فرمائی تھی کہ ایک دور آئے گا کہ اسلام ہر کچے کچے گھر میں پہنچے گا۔ آج ایسا ممکن ہے، کمپیوٹر اور اسٹرنیٹ کا صحیح اور بھرپور استعمال ہونا چاہیے۔ کمپیوٹر دورِ جدید میں قلم کی ایک اعلیٰ شکل ہے اور دعوتِ دین اور اپنی بات کو موثر اور بے جلت پہنچانے کا

ایک مفیدزیر یہ ہے، جو اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اسی طرح انٹرنیٹ، سوچل میڈیا Twitter, Face Book اور U-tube کے ذریعہ سے بھی اہم اپنی بات کو لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو گھر بیٹھے پوری دنیا میں پہنچاسکتے ہیں اور تبادلہ خیال کا موقع فراہم کر سکتے ہیں، لیکن ان جدید ذرائع میں غافلی، عریانی اور گندگی کی بھرمار اور اختلاط مردوں کی وجہ سے دین دار طبقوں میں اس کے استعمال کے سلسلے میں کافی تردُّد پایا جاتا ہے، ہمیں اس معاملے میں شرح صدر کے لیے اسوہ رسول ﷺ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ اللہ کے رسول نے ”عکاظ“ کے میلے میں پہنچ کر اپنی بات رکھی۔ اسی طرح آپؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر ”یاصباحا“ کی آواز بلند کی لیکن اسی دور میں اس کام میں جو قباحت موجود تھی اسے دور کر کے اس ذریعہ کا استعمال کیا۔ یعنی ”نذر یعریاں“ (برہمنہ ڈرانے والا) جاہلیت میں کوئی اہم خبر دینی ہوتی تو اس پہاڑی پر ایک شخص بالکل برہمنہ ہو کر لوگوں کو اس سے آگاہ کرتا۔ آپؐ نے کپڑے اتارے بغیر اس ذریعہ پیغام رسانی کو دعوت دین کے لیے استعمال کیا۔ آج بھی ہمیں جدید ذرائع وسائل کو دنیوی قباحتوں سے پاک کر کے وحی الٰہی اور پیغام محمدؐ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ ہمارے علماء کرام اس ضمن میں سنجیدگی سے غور و فکر فرمائیں گے اور جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کے حدود و قیود کا مناسب انداز میں جائزہ لیں گے۔ دنیا جائز اور ناجائز کے دو کناروں پر کھڑی ہے۔ کیا دعوت دین اور کاررسالت کے لیے ان کے درمیان کوئی تبیح کی راہ نکالی نہیں جاسکتی؟

### دوراندیشی اور مستقبل بینی کی ضرورت

دعوت دین کی منصوبہ بندی جہاں در دمندی چاہتی ہے، وہیں دوراندیشی اور مستقبل بینی کی بھی دعوت دیتی ہے۔ سیرت نبوی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے افراد، حالات اور ضروریات کے پیش نظر مختلف فیصلے کیے، ان سب میں دعوت و عمل کے لیے بڑی رہنمائی ملتی ہے۔ بعض قبائل کے قبول اسلام کے واقعات اس کی تائید میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن افسوس اس نبوی دوراندیشی اور مستقبل بینی کو بھول جانے کی وجہ سے مسلمان اسلام کی ترویج و اشاعت کی راہ میں خود رکاوٹ بن گئے اور بن رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال زارروس کی ہے۔ کیونکہ انقلاب سے پہلے زارروس نے اپنی قوم کے ساتھ اسلام قبول کرنا چاہا، لیکن علماء کے وفد نے مسلمان کی حشیثت سے انھیں قبول کرنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ وہ شراب پینے کے عادی تھے

اور اس گناہ سے فوراً احتساب ان کے لیے مشکل امر تھا۔ نمائندہ وفد کو زار روں اور اس کی قوم کا شرک پر قائم رہنا پسند تھا مگر خداۓ واحد پر ایمان لاتے ہوئے ایک گناہ گار مسلمان کی حیثیت سے انھیں قبول کرنا گوارا نہ تھا<sup>(۱)</sup>

### جمهوری حقوق سے فائدہ اٹھانا چاہیے

ہمارے ملک میں خود مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ سینکڑوں سال کی حکمرانی کے باوجود وہ اکثریتی طبقہ کو نہیں بتا سکے کہ اذان کا صحیح مفہوم کیا ہے اور مسلمان مسجد میں کیسے عبادت کرتے ہیں؟ کیا یہ جرم عظیم نہیں ہے؟ اور کیا اس کے بارے میں اللہ کے پاس پوچھنہیں ہوگی؟ ملک کے غیر مسلم اللہ کے حضور کیا یہ شکایت نہیں کریں گے کہ مسلمانوں نے اس دین کو چھپائے رکھا؟

ہمارا ملک ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا جمهوری ملک ہے۔ یہاں مسلمانوں کو بڑی حد تک بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ انھیں جان و مال، عزت و آبرو کا تحفظ اور عقیدہ و عبادت کی آزادی میسر ہے۔ عالمی قوانین نکاح، طلاق، وراثت اور وقف وغیرہ جیسے معاملات میں اسلامی قوانین پر عمل کرنے کی اجازت حاصل ہے۔ دنیوی تعلیم کا نظم کرنے اور دینی تعلیم کے لیے مدارس قائم کرنے کا حق بھی ہم رکھتے ہیں۔ ازوئے دستور (دفہ: ۲۵) ہم آزادانہ اپنے خمیر کی آواز پر چل سکتے ہیں، کسی بھی مذہب پر عقیدہ رکھ سکتے اور اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اس کی تبلیغ بھی کر سکتے ہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی آزادی کی مسلم ممالک میں بھی میسر نہیں ہے۔ یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے اور اللہ کا ایک عظیم احسان ہے، جس سے فائدہ اٹھا کر خود بھی دین پر عمل کرتے ہوئے دعوت و تبلیغ کے جو موقع حاصل ہیں ان سے بھر پور فائدہ اٹھانے کا منصوبہ بنایا جاسکتا ہے۔

### فسطائی طاقتوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے

کہا جاسکتا ہے کہ خود اس ملک میں ایک فسطائی طاقت موجود ہے جو اکثریتی طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ مضبوط اور متعدد ہے۔ منصوبہ بندی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کا استھان کرنے یا انھیں اچھوٹ بنانے یا اپنے میں انضمام کرنے کی منظہم کو شش کر رہی ہے۔ تبدیلی مذہب پر پابندی لگانے کی بات بھی کی جا رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اکثریتی طبقے کے بڑے

(۱) اس وقت زار روں سے علماء کے ایک نمائندہ وفد نے بات چیت کی تھی لیکن علماء نے زار روں کی شرط کو تسلیم نہیں کیا۔

حصے کو معاشرتی اونچ نیچ، معاشری نا انصافیوں اور سماجی و اجتماعی عدل کے فقدان نے اپنے آبائی مذہب سے متفرگر دیا ہے اور وہ دین حنفی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ بعض دینی جماعتوں اور تحریکیوں نے اس ملک میں کچھ کوششیں کی ہیں اس کے نتائج بہت امید افزایا ہیں۔

فسطائی قوتوں کی کوشش ہے کہ سماج میں کشمکش کی صورت حال باقی رہے۔ اقلیتوں اور خاص طور پر مسلمان خود اپنی بقا و تحفظ کے چکر میں چھپنے رہیں۔ کمزور اور کچلے ہوئے طبقے اور سماج کے پسمندہ افراد اسلام کے حیات بخش پیغام کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ ملت اسلامیہ کی یہ کوشش ہوئی چاہیے کہ وہ ان مذموم منصوبوں سے باخبر ہیں اور ملت کو جذب اپنی اور ہنگامی طرز عمل اختیار نہ کرنے دیں۔ رد عمل (Retaliation) اور انتقامی جذب (Reaction) سے اوپر اٹھ کر اپنی حکمت عملی طے کریں۔ برادران وطن کے اندر اسلام اور مسلم مخالف عناصر کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے۔ ان کے تعلق سے ہمارا رویہ وہی ہونا چاہیے جو اللہ کے رسول کا تھا۔ آپ نے وقت کے ابو جہل کے لیے بھی ہدایت کی دعا کی تھی اور ابو طالب سے ان کی قوت اور مدد حاصل کی تھی اور آخری وقت تک ان کی ہدایت کی کوشش کرتے رہے۔ اکثریتی طبقے کا ایک بڑا حصہ جس میں سیکولر جمہوری قوتیں اور غیر جانب دار افراد اور جماعتوں ہیں۔ اقلیتوں اور مسلمانوں پر کیے جانے والے مظالم کی مذمت کے ساتھ ان کے حقوق کے لیے لڑ بھی رہے ہیں۔ اس قسم کے ابو طالبوں کو برقرار رکھنا اور انھیں دین حق سے قریب کر کے ابو بکر بن نبی کی منصوبہ بندگی و جہد کرنا ضروری ہے۔

### آخری بات

آخر میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ دعوت کی منصوبہ بندی کے لیے ملت کے ہر فرد کو اپنے اندر داعی ہونے کا شعور اور اس کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنے قول عمل میں صحیح اسلامی کردار کی تصویر بنتے کا عزم، اپنے خاندان اور پھر اپنے مسلم معاشرے کو تضادات سے پاک کر کے ایک مثالی معاشرہ بنانے کی سعی و جہد اور ملک کے مختلف افراد کو اپنی ذاتی شخصی پسند و ناپسند اور مختلف جماعتوں، مسلکوں اور طبقوں کو اپنے محدود دائرے سے باہر نکل کر اتحاد فکر و عمل کا نمونہ بننے کی طرف پہل کرنے کی ضرورت ہے اور اولین فرصت میں ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فریضہ دعوت کو منصوبہ بندی کے ذریعے اخلاص کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔